Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں معلم و متعلم کا باہمی تعلق (ایک تحقیقی جائزہ)

The Relationship between Teacher and Student in the light of Islamic Teachings (A Research Review)

Andleeb Arshad
M Phil Scholar. Department of Islamic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur ,Rahim yar Khan Campus, Punjab, Pakistan
E mail: andleebryk19@gmail.com

Abstract:
The relationship between the teacher and the student is very important in the educational process .Respect between the teacher and the student to recognize the treasure of information to each other, a sign, an identity and recognition, a bank of knowledge that transmits knowledge from generation to generation.Students want to quench their thirst for knowledge by absorbing everything, so that they do not feel thirsty throughout their life. All professions of life are born from the womb of teaching.Any field of life be it judiciary, army, politics, bureaucracy, health, culture, education or journalism all reflect the skills of a teacher.If there is justice, balance and harmony in the above-mentioned departments, then this is a part of the teachings of the righteous teachers and if there is any defect in the teachings of the teachers and any element against decency and humanity, then that society is full of bribery, unrest and anger.
The mouth becomes a talking picture.The teacher has been given the title of architect of the nation because of his key role in building a righteous society.A teacher is the custodian of the good values of the society and also the means of transmitting these values to the future generations.If the teachers neglect their duties even a little bit, then the foundations of the society will be destroyed and the society will become a picture of selfishness and selfishness and present a model of hell.
KayWords: Islam,Relationship,Teacher,Student,Information,Life,Judiciary,Army,Politics,Bureaucracy,Health,Culture,Education ,Journalism

تمہید:

استاد علم کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ قوموں کی تعمیر وترقی میں اساتذہ کا رول اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ تعمیر انسانیت اور علمی ارتقاء میں استاد کے کردار سے کبھی کسی نے انکار نہیں کیا ہے۔ ابتدائے افرینش سے نظام تعلیم میں استاد کو مرکزی مقام حاصل ہے۔اساتذہ کو نئی نسل کی تعمیر و ترقی، معاشرے کی فلاح و بہبود، جذبہ انسانیت کی نشوونما اور افراد کی تربیت سازی کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔استاد اپنے شاگردوں کی تربیت میں اس طرح مگن رہتا ہے جیسے ایک باغبان ہر گھڑی اپنے پیڑپودوں کی نگہداشت میں مصروف رہتا ہے۔ تدریس وہ پیشہ ہے جسے صرف اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب اور معاشرے میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ لیکن یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ دنیائے علم نے استاد کی حقیقی قدرو منزلت کو کبھی اس طرح اجاگر نہیں کیا جس طرح اسلام نے انسانوں کو استاد کے بلند مقام و مرتبے سے آگاہ کیا ہے۔ اسلام نے استاد کو بے حد عزت واحترام عطا کیا۔ اللہ رب العزت نے قرآن میں نبی اکرم ﷺ کی شان بحیثیت معلم بیان کی ہے۔ خود رسالت مآب ﷺ نے:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا"۔(1)

(مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے)

1 - ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة (المتوفى: 273ھ)، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربية، رقم الحديث: 229

یہ جملہ ارشاد فرما کر اساتذہ کو رہتی دنیا تک عزت و توقیر کے اعلی منصب پر فائز کر دیا ہے۔

اسلام میں استاد کا مقام و مرتبہ بہت ہی اعلی و ارفع ہے۔استاد کو معلم و مربی ہونے کی وجہ سے اسلام نے روحانی باپ کا درجہ عطا کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

"انماانا لکم بمنزلۃ الوالد،اعلمکم"۔(2)

(میں تمہارے لئے بمنزلہ والد ہوں، تمہیں تعلیم دیتا ہوں)

امیر المومنین حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اتنی بڑی اسلامی مملکت کے خلیفہ ہونے کے باوجود آپؓ کے دل میں کوئی حسرت باقی ہے ۔آپؓ نے فرمایا"کاش میں ایک معلم ہوتا۔"استاد کی ذات بنی نوع انسان کے لئے بیشک عظیم اور محسن ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں استاذ شاگرد کا باہمی تعلق

تعلیم ایک ذریعہ ہے،اس کا مقصد اچھی سیرت سازی اور تربیت ہے۔علم ایک روشن چراغ ہے جو انسان کو عمل کی منزل تک پہنچاتا ہے۔اس لحاظ سے تعلیم وتربیت شیوۂ پیغمبری ہے۔اُستاد اور شاگرد تعلیمی نظام کے دو نہایت اہم عنصر ہیں۔معلّم کی ذمہ داری صرف سکھانا ہی نہیں، سکھانے کے ساتھ ساتھ تربیت دینا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

" يُعَلِّمُهُمُ الكِتٰبَ وَالحِكمَةَ وَيُزَكِّيهِم "۔(3)

"اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان (لوگوں) کو کتاب وحکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ وتربیت کرتے ہیں"۔

اس بنا پر یہ نہایت اہم اور مقدس فریضہ ہے،اسی اہمیت اور تقدس کے پیش نظر اُستاد اور شاگرد دونوں کی اپنی اپنی جگہ جداگانہ ذمہ داریاں ہیں۔اُنہیں پورا کرنا ہر دو جانب کے فرائض میں شامل ہے۔اگر ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کیا جائے تو پھر تعلیم بلاشبہ ضامنِ ترقی ہوتی اور فوز وفلاح کے برگ وبار لاتی ہے۔

اس سلسلے میں کچھ حقوق استاد پر عائد ہوتے ہیں جبکہ بعض شاگرد پر؛جن کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

شاگرد پر اُستاد کے حقوق

سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ طالب علم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کو مد نظر رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا"۔(4)

"وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر واحترام نہ کرے"۔

اس لیے شاگرد پر لازم ہے کہ وہ اُستاد کا احترام کرے اور اس کی ادنیٰ سی بے ادبی سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔استاد معلّم ومربی ہونے کے لحاظ سے باپ کے درجے میں ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

2۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (202۔275ھ / 817۔889ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1414ھ / 1994ء، رقم الحدیث:8

3۔ البقرۃ:129

4۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (210۔279ھ / 825۔892ء) السنن، بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، 1998ء، رقم الحدیث:1919

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

"إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ"۔(5)

"میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں، تمہیں تعلیم دیتا ہوں"۔

چنانچہ روحانی ماں باپ کی تکریم و تعظیم کیجیے۔ اُستاد سے آمرانہ اسلوبِ گفتار سے پرہیز کریں، اس کے سامنے اَدب اور شائستگی سے بیٹھیں، اس کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں۔

طالب علم کو تکبر و بڑائی سے دور رہنا چاہیے، اپنے اندر عجز و اِنکسار پیدا کرنا چاہیے۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب فرماتے ہیں:

"تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، وَتَعَلَّمُوا لَهُ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ، وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ وَلِمَنْ تُعَلِّمُونَه، وَلاَ تَكُونُوا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ"۔(6)

"علم حاصل کرو، اس کے لئے سکینت و وقار بھی سیکھو۔ جن سے علم حاصل کرتے ہو اور جنھیں سکھاتے ہو اُن کے لیے تواضع اور عاجزی اختیار کرو، جبر کرنیوالے علامت بنو"۔

اساتذہ کے ساتھ اَدب واحترام کا ایک سبق آموز واقعہ سیدنا عبد اللہ بن عباس کا ہے، جسے امام ابن عبد البر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں ذکر کیا ہے۔ نقل کرتے ہیں:

ایک دفعہ سیدنا زید بن ثابت جو قرآن کے حافظ اور کتاب و سنت کے بہت بڑے عالم تھے، نے ایک جنازہ پڑھایا۔ واپسی کے لیے سواری لائی گئی تا کہ آپ اس پر سوار ہو جائیں، عبد اللہ بن عباس آگے بڑھے اور سواری کی رکاب تھام لی، زید بن ثابت نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی! آپ ایسا نہ کریں۔ ابن عباس نے فرمایا:

"هٰكَذَا يُفْعَلُ بِالْعُلَمَاءِ وَالْكُبَرَاءِ"۔(7)

"جی نہیں، میں یہ رکاب ضرور پکڑوں گا، کیونکہ علما اور بڑوں کا یہ حق ہے کہ ان سے ایسا ہی برتاؤ کیا جائے"۔

اُستاد کا مقام و مرتبہ

امام شعبہ فرماتے ہیں:

"كُلُّ مَنْ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا، فَأَنَا لَه عَبْد"۔(8)

"جس سے میں نے ایک حدیث پڑھی ہے، وہ میرا آقا اور میں اس کا غلام ہوں"۔

پس جب طالب علم اپنے اُستاد کا حد درجہ احترام کرے گا، تب ہی اسے علم کی بیش قیمت دولت حاصل ہو گی۔ اگر طالبِ علم بدخواہ اور بے ادب ہے تو علم سے محروم ہی رہے گا۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے:

"إِنَّ الْمُعَلِّمَ وَالطَّبِيبَ كِلَاهُمَالَا يَنْصَحَانِ إِذَا هُمَا لَمْ يُكْرَمَا"۔

"معلّم اور طبیب کی جب تک توقیر و تعظیم نہ کی جائے وہ خیر خواہی نہیں کرتے"۔

"فَاصْبِرْلِدَائِكَ إِنْ أَهَنْتَ طَبِيْبَه   وَاصْبِرْلِجَهْلِك إِنْ جَفَوْتَ مُعَلِّمَا"۔(9)

5۔ ابو داؤد، السنن، رقم الحدیث: 8

6۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (368۔463ھ/979۔1071ء)۔ جامع بیان العلم وفضلہ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، 1412ھ: 1/512

7۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، 1/514

8۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، 1/512

9۔ الماوردي، علي بن محمد بن حبیب، ادب الدنیا والدین، دار الغرب الاسلامی۔ 1/75

"بیمار نے اگر طبیب کی توہین کر دی تو وہ اپنی بیماری پر صبر کرے اور اگر شاگرد نے اپنے استاد کے ساتھ بد تمیزی کی ہے تو وہ ہمیشہ جاہل ہی رہے گا"۔

طالبِ علم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اسباق میں غیر حاضری سے اجتناب کرے، ناغہ کرنے سے اس کے علم واستعداد میں کمی آئے گی، نتیجتاً لوگ اس کے استاد ہی کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے، چنانچہ اپنے اساتذہ کو الزام آنے سے بچانا بھی استاد کے حقوق میں سے ہے"۔

پابندی سے حاضری کے علاوہ کلاس روم میں توجہ اور دھیان سے سبق سننا اور یاد کرنا طالب علم کی بڑی اہم ذمہ داری ہے۔ مزید بر آں یہ اُس پر استاد کا حق ہے"۔

اگر سبق سمجھ میں نہ آئے تو اُستاد سے پوچھ لینا طالبِ علم کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ"۔(10)

"یقیناً (علم کی) محتاجی کا علاج سوال کرنے میں ہے"۔

یہ بھی طالبِ علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ محترم استاد کو عام انسانوں کی طرح انسان ہی سمجھے جس سے غلطی کا سرزد ہونا عین ممکن ہے۔ اسکی درشتی اور سختی کو برداشت کرے۔ اسکی برائی سے اجتناب کرے، اسکے عیبوں کی پردہ پوشی کرے اور خوبیوں کو اُجاگر کرے"۔

فضول اور وقت ضائع کرنے والے سوالات سے پرہیز کرے

طالبِ علم یہ بھی یاد رکھے کہ غلطی پر استاد کا خفا ہونا ایک فطری چیز ہے، لہٰذا طالب علم اُستاد کے غصے کو محسوس نہ کرے۔ بلکہ یہ سمجھے کہ اُستاد کا میری غلطی پر ناراض ہونا خود میرے ہی لیے مفید ہے

ایک دفعہ معلّم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لمبی لمبی نمازیں پڑھانے کے باعث معاذ بن جبل پر شدید ناراض ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"أَفَتَّانٌ يَا مُعَاذُ! "۔(11)

"اے معاذ! کیا تو لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟"۔

اس حدیث پر امام بخاری نے صحیح بخاری میں:

"بَابُ الْغَضَبِ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ"۔

"وعظ و تعلیم میں ناپسندیدہ بات دیکھنے پر غصے ہونا"۔

اس سے متعلق مستقل ایک باب قائم کیا ہے اور ناپسندیدہ عمل پر تنبیہ کو صحیح عمل قرار دیا ہے۔

پس اگر معلّم شاگرد کی کسی غلطی پر غصے میں آجائے تو یہ کوئی انہونی بات نہیں۔ سعادت مند طالب علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے مکرم اُستاد کی سخت باتیں بھی چپ چاپ ادب کے ساتھ سن لے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے۔

اُستاد پر شاگرد کے حقوق

نرمی و نوازش کا سلوک کیجیے: اُستاد کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اُسوہ بنا کر اپنے شاگردوں سے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیصلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

10۔ ابو داؤد، السنن، رقم الحدیث: 336

11۔ نسائی، احمد بن شعیب (215-303ھ/830-915ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1416ھ/1995ء، رقم الحدیث: 998

"فَبِما رَحمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُم ۖ وَلَو كُنتَ فَظًّا غَليظَ القَلبِ لَانفَضّوا مِن حَولِكَ "۔(12)

"اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے اور اگر آپ درشت اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بکھر جاتے"۔

لہٰذا اُستاد شاگردوں کے لیے نرمی کا پہلو اختیار کرے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کو بھی پیش نظر رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا"۔(13)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر و تعظیم نہ کرے"۔

اس بنا پر اُستاد کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھے، اگر ان سے کوئی نامناسب حرکت ہو جائے تو درگزر کرے، ان سے وقار اور بردباری کے ساتھ پیش آئے۔

زبان کی حفاظت کیجیے: اُستاد کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری زبان کی حفاظت ہے۔ زبان کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کرے اور اسے ناجائز اور نامناسب باتوں سے بچائے رکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ"۔(14)

"جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ بھلائی اور خیر کی بات کہے، ورنہ خاموش رہے"۔

چونکہ اُستاد اپنے شاگردوں کے لیے نمونہ ہوتا ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اپنی گفتگو کو محتاط اور متوازن بنائے، لچرپن اور بے ہودگی سے بوجھل الفاظ سے پرہیز کرے۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی بے اِعتدالی کے نقصانات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

"إن العبد لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"۔(15)

"یقیناً بندہ ایک بات کرتا ہے، اس پر غور و فکر نہیں کرتا۔ وہ اس بات کی وجہ سے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی آگ کی طرف گر جاتا ہے"۔

بعض دفعہ انسان کی زبان سے ایسا کلمۂ شر اَدا ہو جاتا ہے کہ اسے اس کی تباہ کاری کا اندازہ ہی نہیں ہوتا۔ کبھی اس کی کوئی بات کسی کی دل آزاری یا گمراہی یا ظلم و معصیت کا سبب بن جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ لہٰذا اُستاد و شاگرد دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کریں اور زبان کے ذریعے سے جن گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ان سے اپنے دامنِ تعلیم و تعلّم کو بچائیں"۔

سچ کی تعلیم دیجیے اور جھوٹ سے نفرت سکھایئے: جھوٹ ایسا معاشرتی ناسور ہے جو بہت سے گناہوں کا پیش خیمہ ہے، لہٰذا معلّم و متعلّم اس سے بچیں۔ سچائی کی صفت ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، لیکن معلم کے لیے بے حد ضروری ہے۔ جس طرح زندہ انسان کے لیے غذا کے بغیر گزارہ مشکل ہے، اسی طرح استاد سچائی کے بغیر ایک لمحہ بھی اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر اُستاد جھوٹ کا سہارا لے گا تو سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ شاگردوں کے دلوں میں استاد اور اس کے بیان کردہ یا تحریر کردہ مضمون کی وقعت

12۔ آل عمران:159

13۔ ترمذی، السنن، رقم الحدیث:1919

14۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ(194۔256ھ/810۔870ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، 1401ھ/1981ء، رقم الحدیث:6018

15۔ مسلم، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (206۔261ھ / 821۔875ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، رقم الحدیث:2988

ختم یا کم ہو جائے گی۔ اس سے پوری اُمت کو اجتماعی نقصان پہنچتا ہے۔ بعض اوقات شاگرد کا دل اس طرح ٹوٹ جاتا ہے کہ وہ دوسرے اساتذہ سے بھی بدظن ہو جاتا ہے"۔

استاد کو بدزبانی سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔ درس گاہ میں اور درس گاہ سے باہر بھی طالبانِ علم سے گفتگو کرتے ہوئے شائستہ لہجہ اختیار کرنا چاہیے۔ بعض اساتذہ اپنے شاگردوں کو او موٹے! اے چشمے والے! اے زلفوں والے اور اوئے کالے وغیرہ جیسے الفاظ سے پکارتے ہیں۔ اس طرح اُس کا مذاق اڑاتے ہیں، یہ نہایت مذموم طریقہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس عمل سے منع فرمایا ہے:

"يٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا لا يَسخَر قَومٌ مِن قَومٍ عَسىٰ أَن يَكونوا خَيرًا مِنهُم وَلا نِساءٌ مِن نِساءٍ عَسىٰ أَن يَكُنَّ خَيرًا مِنهُنَّ ۖ وَلا تَلمِزوا أَنفُسَكُم وَلا تَنابَزوا بِالأَلقٰبِ ۖ بِئسَ الِاسمُ الفُسوقُ بَعدَ الإيمٰنِ ۚ وَمَن لَم يَتُب فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمونَ "۔(16)

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا تمسخر نہ اڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کا مذاق اُڑائے، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور اپنے آپ پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارو۔ ایمان کے بعد فسق کے نام سے ملقب کرنا برا ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو وہی لوگ ظالم ہیں"۔

اس سلسلے میں یہی طریقہ مفید ہے کہ پڑھائی کے دوران استاد اپنے شاگرد کو اس کے نام یا کنیت سے مخاطب کرے۔ طلبہ کو نام سے مخاطب کرنے سے ان میں سبق کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین شاگرد تھے، نام لے کر مخاطب فرماتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سعید خدری کو مخاطب کر کے فرمایا:

"يَا أَبَا سَعِيدٍ! مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ"۔(17)

"اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے ربّ ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہے۔"

اسی طرح غیبت اور زبان کے دوسرے گناہوں سے بھی اجتناب کیا جائے"۔

علم سے آراستہ کرنے کا جذبہ پیدا کیجیے: استاد پر لازم ہے کہ وہ طالبانِ علم کو علم سے آگاہ کرنے میں بخل سے کام نہ لے، علم و دانائی کے بارے میں کچھ پوچھا جائے تو ضرور بتائے ورنہ گناہ گار ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَه ثُمَّ كَتَمَه أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ"۔(18)

"جس سے اس علم کے بارے میں پوچھا جائے جو اسے حاصل ہے، پھر وہ اسے چھپائے (اور نہ بتائے) قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی"۔

علم رسانی کے سلسلے میں صرف جذبہ کافی نہیں بلکہ اس کے لیے چند مزید بنیادی باتیں ضروری ہیں۔ اُستاد کے لیے ضروری ہے کہ اسے جو سبق اور جو مضمون پڑھانا ہو، اس پر اسے کامل عبور حاصل ہو، اس کے بارے میں طالبِ علم کے ذہن میں جو بھی اشکال یا سوال آسکتا ہو، اس کا حل اس کے پاس موجود ہو۔ یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب معلّم نے متعلقہ مضمون کا بھرپور مطالعہ اور تیاری کی ہو۔ طالبِ علم استاد کے پاس امانت

16- الحجرات:11
17- مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1884
18- ترمذی، السنن، رقم الحدیث:2649

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

ہیں، لہٰذا مضمون کی بھرپور تیاری نہ کرنا امانت میں خیانت ہے۔ بخوبی مطالعہ کے بعد اُستاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے اظہار مافی الضمیر اور مناسب اندازِ تعبیر پر قدرت حاصل ہو، یعنی جس مضمون کا اس نے مطالعہ کیا ہے، اُسے خوبصورت اسلوب اور دل نشین انداز میں طلبہ کے سامنے بیان کر سکے۔ اظہار مافی الضمیر کی صلاحیت سے مراد خطیبانہ انداز قطعاً نہیں ہے جو وعظ کی محفلوں، جلسوں اور جمعہ کے خطبوں میں اختیار کیا جاتا ہے، نہ اس سے ادیبانہ اُسلوب مراد ہے جس میں مترادفات، تکرار اور تشبیہات کی بھرمار ہوتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ عام فہم اُسلوب ہے جو علمی مضامین کی تفہیم میں بروئے کار آتا ہے۔ اسی طرح عمدہ تدریس کے لیے نظم وترتیب بھی بہت ضروری ہے۔ مطلب یہ کہ آپ اپنا حاصل مطالعہ کیسے مرتب اور متوازن انداز میں پیش کریں جس سے سامع اور شاگرد کو فائدہ پہنچے۔ علاوہ ازیں شاگردوں کے معیار اور ذہنی سطح کی رعایت بھی بہت ضروری ہے"۔

اُستاد کو چاہیے کہ سبق پڑھاتے وقت ایسی تقریر نہ کرے جو طالبِ علم کے فہم اور استعداد سے بالاتر ہو۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں:

"حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُرِيدُونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللهُ وَرَسُولُهُ؟"۔(19)

"لوگوں سے ان کی سمجھ اور استعداد کے مطابق حدیثیں بیان کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کر دی جائے؟"۔

طالب علم کی حوصلہ افزائی فرمایئے: اُستاد کو چاہیے کہ اچھی تعلیمی کارگزاری اور درست جوابات دینے پر اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کی ہمت بڑھائے"۔

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی بن کعب سے پوچھا: کیا تجھے معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟ اُبی بن کعب نے جواب دیا: آیت الکرسی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر اُن کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

"لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ، أَبَا الْمُنْذِرِ"۔(20)

"ابو منذر! تجھے علم مبارک ہو"۔

اُستاد کو طالب علم کے حق میں دعا کرنی چاہیے: اُستاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے حق میں خیر وبرکت اور توفیق ودانائی کی دعا کرتا رہے"۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاگئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی لا کر رکھ دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا: پانی کس نے رکھا ہے؟ جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ"۔(21)

"اے اللہ اسے دین کی گہری سمجھ دے۔ اللہ! اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا کر دے"۔

19۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (194۔256ھ/ 810۔870ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دارالقلم، 1401ھ/ 1981ء، رقم الحدیث: 127

20۔ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 810

21۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 143

طالب علم جواب نہ دے سکے تو استاد کو بتادینا چاہیے: جب اُستاد کلاس روم میں شاگردوں سے سوالات پوچھے اور طالب علم درست جوابات دیں تو ان کی حوصلہ افزائی کرے اور شاباش دے۔ اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو پھر اُستاد خود صحیح جواب بتادے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے، وہ درخت کونسا ہے؟ اس سوال پر لوگ جنگل کے مختلف درختوں (کی بحث) میں پڑگئے، جب کوئی جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہی ہمیں بتادیں۔ آپ نے فرمایا:

"وہ کھجور کا درخت ہے"۔(22)

اس حدیث مبارکہ کی روسے اساتذۂ کرام کو بھی طلبائے عزیز کے صحیح جواب نہ دینے کی صورت میں از خود صحیح بات بتادینی چاہیے۔

تعلیم انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے اور انسان کو معاشرے کا ایک فعال اور اہم جزو بننے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ استاد کو افراد سازی کے فرائض کی ادائیگی کے سبب معاشرے میں اسے اس کا جائزہ مقام فراہم کیا جانا ضروری ہے۔ معاشرتی خدمات کی ادائیگی کے سبب معاشرہ نہ صرف استاد کو اعلیٰ اور نمایاں مقام فراہم کرے بلکہ اس کے ادب اور احترام کو بھی ہر دم ملحوظ خاطر رکھے۔

ہر معاشرے اور مذہب میں استاد کو ملنے والی اہمیت اساتذہ سے خود کو ایک رول ماڈل کے طور پر پیش کرنے کا تقاضہ کرتی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ان کی عزیز شاگرد حضرت امام یوسفؒ نے پوچھا کہ:

استاد کیسا ہوتا ہے؟

آپؒ نے فرمایا "استاد جب بچوں کو پڑھا رہا ہو تو غور سے دیکھو، اگر ایسے پڑھا رہا ہو جیسے اپنے بچوں کو پڑھاتا ہے تو استاد ہے اگر لوگوں کے بچے سمجھ کر پڑھا رہا ہے تو استاد نہیں ہے۔" امام اعظمؒ کے اس قول کی روشنی میں اگر اساتذہ کو پرکھا جائے تو معاشرے میں مادیت پرستی کا غلبہ ہمیں واضح نظر آئے گا۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ اس قوم کو عروج اور ترقی نصیب ہوئی جس نے اپنے اساتذہ کی قدر و منزلت کی۔ مشہور پاکستانی ادیب، دانشور ماہر تعلیم جناب اشفاق احمد صاحب مرحوم جب اٹلی میں اپنی تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے تب ٹریفک قانون کی خلاف ورزی کی پاداش میں ان کا چالان کیا گیا۔ اپنی مصروفیت کی وجہ سے جب انھوں نے چالان ادا نہ کیا تب ان کو چالان کی عدم ادائیگی اور عدم حاضری کے سبب عدالت میں پیش کیا گیا۔ جج نے چالان کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ دریافت کی تو اشفاق احمد نے بتایا کہ وہ ایک ٹیچر ہیں اور اپنی تدریسی سرگرمیوں کی وجہ سے چالان کی بروقت ادائیگی سے قاصر رہے۔ جج کو جب پتہ چلا کہ وہ ایک ٹیچر ہیں تب وہ اپنی کرسی سے احتراما کھڑا ہو گیا اور حیرت و استعجاب سے کہنے لگا"

A teacher in the Court

(ایک استاد عدالت میں)

یہ کہتے ہوئے ان کا چالان معاف کر دیا۔ اٹلی میں بھی ہمارے وطن عزیز کی طرح اساتذہ کی تنخواہیں دلکش نہیں ہیں لیکن وہاں آج بھی تمام رتبے جج، بیوروکریٹس، تجار، پولیس، سیاستدان وغیرہ سب استاد کے پیچھے یوں چلتے ہیں جیسے ماضی میں غلام اپنے آقاؤں کے پیچھے چلتے تھے۔ استاد کی یہی تعظیم مغربی معاشرے کی عروج کی داستان ہے۔ وہیں مشرقی معاشرے جو اساتذہ کے ادب و احترام کی بنا بام عروج پر تھے اساتذہ کے ادب و احترام کے اعراض کے سبب تنزل کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ استاد کا مقام مادیت پرستی اور ماہانہ مشاہیرہ سے بالا ہے۔ اس سے یہ

22۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 62,131

مراد ہر گز نہ لی جائے کہ اساتذہ کی اپنی ضروریات نہیں ہوتی ہیں۔اساتذہ کے ہاتھوں میں معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ کی کلید ہونے کی وجہ سے ان کا مقام نمایاں و بلند ہوتا ہے۔

استاذ شاگرد کا باہمی تعلق کیسا ہونا چاہیے؟

استاد نسل نو کی تربیت کا اہم کام انجام دیتا ہے۔ ہر قوم و مذہب میں استاد کو اس کے پیشے کی عظمت کی وجہ سے اہمیت حاصل ہے۔ استاد طلبا کو نہ صرف مختلف علوم و فنون کا علم دیتا ہے بلکہ اپنے ذاتی کردار کے ذریعہ ان کی تربیت کا کام بھی انجام دیتا ہے۔ معاشرے کی زمام کار سنبھالنے والے افراد خواہ وہ کسی بھی شعبے اور پیشے سے وابستہ ہوں اپنے استاد کی تربیت کے عکاس ہوتے ہیں۔ استاد کا اہم اور بنیادی فریضہ انسان سازی ہوتا ہے۔ اگرچیکہ اس کام میں نصاب تعلیم اور تعلیمی اداروں کے اثرات بھی شامل ہوتے ہیں لیکن یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ پورے تعلیمی نظام کا مرکز و محور ایک استاد ہی ہوتا ہے۔ نصاب تعلیم جو بھی لیکن استاد اسے جس طرح چاہے پڑھا سکتا ہے۔ ایک مسلمان معلم پر عام اساتذہ سے دوگنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے چونکہ وہ پہلے تو ایک مسلمان ہے اور دوسرا ایک مدرس بھی۔ فلسفہ اسلام کی رو سے استاد ایک مربی ،مزکی، رہنما و رہبر ہوتا ہے۔ جو نہ صرف نسل نو کی تربیت کرتا ہے بلکہ نسل نو کو اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی تعلیمی نظریات سے وابستہ بھی کرتا ہے۔ کیونکہ نظریہ کے بغیر کوئی بھی قوم حمیت سے عاری بے تربیت افراد کا مجموعہ بن جاتی ہے۔ مسلم معلمین کے لئے نبی اکرم ﷺ کی سخت وعید ہے "جو کوئی بھی مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا پھر ان کے لئے ایسی خیر خواہی اور کوشش نہ کی جتنی وہ اپنی ذات کے لئے کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دیں گے۔" اس فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں اگر مسلم اساتذہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ذرہ بھر بھی کوتاہی برتیں گے تو روز قیامت ان کا سخت مواخذہ کیا جائے گا۔ روز قیامت عدم ساز گار حالات، مادی وسائل کی کمی، والدین اور طلباء کی عدم توجہی و دیگر عذر مسلم اساتذہ کے لئے کسی کام نہیں آئیں گے۔ اساتذہ اپنی اہمیت اور ذمہ داری کو محسوس کریں خاص طور پر مسلم اساتذہ اپنے مقام کو پہچانے کہ اول تو وہ مسلمان ہیں اور پھر اسلامی طرز معاشرت اور دین فطرت کے نفاذ کے لئے نئی نسل کو تیار کرنے والے معلم، استاد مربی اور رہبر ہیں۔ نامساعد حالات میں بھی مسلم اساتذہ کا منشاء و مقصد نسل نو کی اسلامی تعلیم و تربیت ہوتا ہے۔ پیشہ تدریس سے وابستہ افراد کے لئے چار عملی میدان ہوتے ہیں

(۱) تعمیر ذات

(۲) اپنے علم میں مسلسل اضافہ

(۳) طلباء کی شخصیت و کردار سازی

(۴) تعلیم گاہ اور استاد۔

(۱) تعمیر ذات:

نئی نسل کی تعمیر کا کام انجام دینے والے استاد کے لئے سب سے پہلے اپنی ذات کی تعمیر ضروری ہوتی ہے۔ طلباء کے لئے استاد کی ذات افکار و اقدار کا اعلی معیار ہوتی ہے۔ اساتذہ اپنی شخصیت کی تعمیر میں نبی اکرم ﷺ کی ذات کو پیش نظر رکھیں۔ ہر انسان کے لئے نبی اکرم ﷺ کی ذات پاک بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ معلم اعظم ہیں اسی لئے اساتذہ اپنے پیشے سے انصاف کرنے کے علاوہ درس و تدریس میں اثر و تاثیر پیدا کرنے کے لئے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی لازمی پیروی کریں۔ ایک معلم کا قلب جب رب حقیقی کی عظمت و کبریائی سے معمور ہوگا، احکام خداوندی کا پابند اور سنت نبوی ﷺ پر عامل ہوگا تب اس کا درس شاگردوں کے لئے باران رحمت اور زندگی کی نوید بن جائے گا۔ معلم کا خوش اخلاق، نرم خو، خوش گفتار، ملنسار، ہمدرد، رحم دل، غمگسار و مونس اور مددگار ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ استاد درس و تدریس کو صرف حصول

معاش کا ذریعہ نہ سمجھے بلکہ اس کو رضائے الہی کا ایک ذریعہ مانے۔ اسلامی نقطہ نظر سے حصول علم کا مقصد خود آگہی اور خدا آگہی ہے ہمیشہ یہ نظریہ اساتذہ کے ذہنوں میں پیوست رہے۔ علوم کی ترویج وتدریس کو ذریعہ معاش نہ سمجھیں بلکہ علو ملی تدریس، ترویج واشاعت کو اخلاق کی بلندی اور کردار کی تعمیر کے لئے استعمال کریں۔ ایک حقیقی استاد اسلاف سے حاصل شدہ علوم (نظریات، تہذیب، عقائد، افکار، عادات، رجحانات، اور خصائل) کو بالکل اسی طرح بغیر کسی کم وکاست اگلی نسلوں کو صحت وعمدگی سے منتقل کرے۔ استاد کمرۂ جماعت یا مدرسہ کی چار دیواری تک ہی استاد نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ ہر پل اپنی رفتار، گفتار، کردار غرض ہر بات میں معلم ہوتا ہے۔ معلم کی ہر بات و حرکت طلبا پر اثر انداز ہوتی ہے۔ طلباء صرف استاد سے کتاب یا اسباق ہی نہیں پڑھتے ہیں بلکہ وہ استاد کی ذات وہ شخصیت کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ استاد مدرسہ، کھیل کا میدان، گھر اور بازار ہر جگہ طلباء کے لئے ایک زندہ نمونہ ہوتا ہے۔ طلباء کو فسق وفجور سے منع کرنے والا استاد اگر خود ان افعال میں ملوث ہو تب اس کے اعمال خود فسق وفجور کی طلباء کو خاموش تعلیم دیتے ہیں۔ ایک بے صبر اور بدمزاج استاد اگر صبر و تحمل کی تعلیم دے تب اس کا عمل طلباء کو چڑچڑے پن اور عدم تحمل کی طرف مائل کرتا ہے۔ ایک عظیم استاد اپنی شخصیت کو نہ صرف نکھارتا ہے بلکہ اپنی شخصیت کے ذریعہ معاشرے کو بہترین انسان فراہم کرتا ہے۔ ایک استاد کو صبر و تحمل، معاملہ فہمی، قوت فیصلہ، طلبہ سے فکری لگاؤ، خوش کلامی اور موثر انداز بیان جیسی اوصاف سے متصف ہونا چاہیے۔ ایک استاد کی شخصیت اور بھی دلکش ہوجاتی ہے جب وہ اخلاص، لگن، ہمدردی، دلسوزی اور اصلاح کے جذبے سے نظم وضبط قائم کرے۔

(۲) علم میں مسلسل اضافے کی جستجو

انگریزی کا معروف قول ہے کہ "Teaching is nothing but learning" یہ بالکل حقیقت ہے کہ تدریس کے ذریعہ کئی تعلیمی رازعیاں ہوتے ہیں اور تدریس ہر پل اساتذہ کے علم میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اساتذہ بہتر تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لئے جدید معلومات کے حصول کو یقینی بنائیں تاکہ درس وتدریس کے دوران کسی خفت اور تحقیر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ اپنے علم میں اضافے کے ذریعہ اساتذہ نہ صرف اپنی شخصیت کو بہتر بنا سکتے ہیں بلکہ اپنی تدریس کو بھی بااثر بنانے میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ عربی کا مقولہ ہے کہ: "علم حاصل کرو گود سے گور تک"۔ اساتذہ کو اس قول پر ہمیشہ کاربند رہنا چاہیے۔ استاد میں علمی لیاقت، تدریسی صلاحیتوں کے ساتھ بچوں کی نفسیات اور طریق تعلیم سے واقفیت بے حد ضروری ہے۔

(۳) طلباء کی کردار و شخصیت سازی

تعلیم میں کیریئر سازی کے رجحان نے طلباء کو علم کے عین مقصد سے دور کردیا ہے۔ طلباء کی کردار سازی میں اور شخصیت کے ارتقاء میں معلم کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ ایک اچھا استاد اپنے شاگردوں کی کردار سازی کے لئے ہمہ وقت فکر مند رہتا ہے۔ اپنے طلباء کے دلوں سے کدورتوں، آلودگیوں اور تمام آلائشوں کو دور کرتے ہوئے اس کو ایمان، خوف خدا، اتباع سنت اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے معمور کرتا ہے۔ طلباء کی کرداری سازی کے لئے خود بھی تقوی و پرہیز گاری کو اختیار کرتا ہے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ ایک اچھا معلم اپنے شاگردوں میں مقصد سے لگن و دلچسپی پیدا کرتا ہے طلباء کو بیکار و لایعنی مشاغل سے دور رکھتا ہے۔ دنیا سے بے نیازی اور مادہ پرستی سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔ اپنے شاگردوں کو محنت اور جستجو کا عادی بناتا ہے۔ کاہلی سستی اور تضیع اوقات سے طلباء کو باز رکھتا ہے۔

(۴) تعلیم گاہ اور استاد

آج اسکول، کالجز، یونیورسٹیز تعلیم کی اصل غرض وغایت سے انحراف کرتے ہوئے مادہ پرستی کے فروغ میں پیش پیش نظر آرہے ہیں۔ یہ ادارے ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، سیاست دان، پروفیسر، ٹیچرز، اور فلاسفرز بنانے میں تو کامیابی حاصل کررہے ہیں لیکن ایک آدمی کو انسان بنانے میں (جو کہ تعلیم کا اہم مقصد ہے) ناکام ہورہے ہیں۔ تعلیمی ادارے انسان سازی کے کارحمیدہ سے آج عاری نظر آرہے ہیں اساتذہ کی

ان حالات میں ذمہ دار اور بڑھ جاتی ہے کہ وہ طریقہ تعلیم اور نظام تعلیم میں تبدیلی کی سعی و کوشش کریں۔مادہ پرست نصاب تعلیم و تعلیمی اداراجات میں دانشوری سے تدریس افعال کو انجام دیں تاکہ طلباء میں دہریت اور مادہ پرستی جیسے جذبات سر نہ اٹھا سکیں۔اپنے عمل و کردار سے تعلیمی اداروں کے انتظامیہ کو مثبت تعلیمی نظام کی طرف راغب کریں۔ہنر مندی کے ساتھ دیانت داری اور امانت پسندی کا ایک اعلیٰ نمونہ قائم کریں۔تعلیم ادارہ جات سے دھوکے باز سیاست دانوں کے بجائے باکردار و امانت دار سیاست دان پیدا کریں۔ایسے انجینئر اور ڈاکٹر تیار کریں جو لوگوں کے علاج کو نہ صرف اپنا ذریعہ معاش بنائیں بلکہ اس خدمت کو عبادت کے درجہ تک پہنچادیں۔اساتذہ اپنے شاگردوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ اپنے پیشوں میں مہارت پیدا کرنے کے ساتھ انسان بھی باقی رہیں۔اساتذہ تعلیمی ادارجات اور نصاب تعلیم کو بلند مقصد حیات اور فکر سازی کے رجحان سے آراستہ کریں

اساتذہ سے معاشرے کے تقاضے

نوجوان نسل کی کوتاہیاں اپنی جگہ ،والدین کا تغافل نصاب تعلیم اور تعلیمی اداروں کی خامیاں بھی اپنی جگہ مگر کار پیغمبری سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اور قوم وملت کے ایک ذمہ دار منصب پر فائز ہونے کی بناء پر اساتذہ اس بحران کا جائزہ لیں اور خود اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کا تعین کریں۔اگر اساتذہ سینکڑوں مسائل اور اسباب وعلل کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اپنی کوتاہیوں کا تھوڑا سا بھی ادارک کرلیں تب یقیناً یہ احساس قوم وملت کی ترقی کی جانب پہلا قدم ہوگا۔

حوصلہ افزائی

بچے کوئی مشکل کام کرتے ہیں تو ان کی لازمی تعریف کریں۔اس طرح انہیں احساس ہوگا کہ مشکل کام کرنے پر ان کی ستائش کی جاتی ہے۔بطور والدین آپ کو بچوں کے ساتھ ہر وقت ہر معاملے پر محتاط رہنا پڑتا ہے،کیونکہ آپ کی ہر بات اور ہر عمل کا اثر چھوٹے بچوں پر پڑتا ہے۔بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کے اردگرد کا ماحول اور ان کے اہل خانہ کا کردار نہایت اہمت کا حامل ہے۔بڑھتی عمر کے بچوں کی تربیت کے دوران والدین کو نفاست کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ ان کی خود اعتمادی کو تھوڑی بھی ٹھیس نہ پہنچے۔

کچھ بچوں کو حوصلہ افزائی درکار ہی نہیں ہوتی لیکن کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں جنہیں حوصلہ افزائی کی ضرورت پڑتی ہے جو ان کی نمو کے مرحلے میں مفید ثابت ہوسکتی ہے۔

خلاصہ

استاد اور شاگرد کا آپس میں تعلیمی عمل میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔استاد اور طالب علم کہ درمیان عزت و احترام معلومات کے خزانے کو ایک دوسرے تک پہچانے،ایک نشانی،ایک شناخت اور پہچان،ایک علم کا بینک ہے جو نسلوں کو علم منتقل کرتا ہے۔طالب علموں میں سب کچھ سمیٹ کر اپنی علم کی پیاس بجھانا چاہتا ہے،تاکہ انھیں زندگی بھر تشنگی کا احساس نہ ہو۔زندگی کے تمام پیشے پیشہ تدریس کی کوکھ سے ہی جنم لیتے ہیں۔زندگی کا کوئی بھی شعبہ خواہ عدلیہ،فوج،سیاست،بیوروکریسی،صحت،ثقافت،تعلیم ہو یا صحافت یہ تمام ایک استاد کی صلاحیتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔اگر مذکورہ شعبہ جات میں عدل،توازن اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے تو یہ صالح اساتذہ کی تعلیمات کا پرتو ہے اور اگر اساتذہ کی تعلیمات میں کہیں کوئی نقص اور کوئی عنصر خلاف شرافت و انسانیت آجائے تب وہ معاشرہ رشوت خوری،بدامنی اور نیراج کی منہ بولتی تصویر بن جاتا ہے۔استاد کو ایک صالح معاشرے کی تعمیر میں کلیدی کردار کی انجام دہی کی وجہ سے ہی معمار قوم کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔استاد معاشرے کی عمدہ اقدار کا امین و نگہبان ہونے کے ساتھ ساتھ ان اقدار کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔اساتذہ اپنے فرائض کی ادائیگی

میں اگر ذرہ برابر بھی چوک جائیں تب معاشرہ کی بنیادیں اکھڑ جاتی ہیں اور معاشرہ حیوانیت نفس پرستی اور مفاد پرستی کی تصویر بن کر جہنم کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

سفارشات

حوصلہ افزا الفاظ اور مثبت خیالات بچوں کو دیرپا فوائد دلا سکتے ہیں۔ غلطی پر سکھانے اور ایک چھوٹا سا اچھا کام کرنے پر بھی ستائش کرنے سے بچوں پر کافی مثبت اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ جس طرح مثبت سوچ ہمیں مشکل کاموں میں مدد فراہم کرتی ہے ٹھیک اسی طرح بچہ جب اپنے اردگرد مثبت اور معنی خیز ماحول پائے گا تو اس کے مزاج میں زبردست تبدیلی واقع ہوگی۔

1. ایسے طریقے بتاتے ہیں جس کی مدد سے آپ بچے کے اردگرد ایسا ماحول پیدا کرسکتے ہیں، جو مثبتیت سے بھرپور ہوگا اور ان سے اپنے زبردست تعلق کو مزید پختہ اور ہم آہنگی سے بھرپور بنا سکتے ہیں۔
2. ہر اچھے عمل اور اچھی بات کی تعریف کریں۔ بالخصوص وہ کوئی مشکل کام کرتے ہیں تو ان کی لازمی تعریف کریں۔ اس طرح انہیں احساس ہوگا کہ مشکل کام کرنے پر ان کی ستائش کی جاتی ہے۔
3. انہیں کوئی چیلنج دیجیے اور اسے پورا کرنے کے لیے کہیے۔
4. مختلف حالات میں بچوں کی ذہنی صلاحیتوں کو پرکھنے کی کوشش کریں۔
5. انہیں خود سے حل نکالنے دیجیے، اس طرح وہ یہ سیکھ پائیں گے کہ آپ کی غیر موجودگی میں مسائل کو کس طرح حل کرنا ہے۔ بہتر ہے کہ ان کے لیے روزانہ کی ایک روٹین مرتب کی جائے۔
6. بچوں کو مختلف ایسی کلاسز کے لیے بھیجیے جہاں ان کی جسمانی اور ذہنی مشق ہو سکتی ہو۔
7. آپ اپنے مسائل بھی ان کو بتائیے۔ ہر دن انہیں پیش آنے والی تمام مشکلات بتانے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کریں۔
8. ہمدردی کا درس دینے کے لیے بچوں کو گلے لگاتے رہیے۔
9. بچوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کے لیے ایک فیملی روٹین مرتب کریں۔ اس طرح انہیں اخلاقی اقدار بھی سیکھنے کو ملیں گی۔
10. بچوں کے ساتھ محبت کا زبانی اظہار کرتے رہیے۔
11. بچوں کو اسلامی اور تاریخی کتب کے مطالعے کی طرف مائل کریں، اس طرح وہ گیمز اور ٹی وی سے دُور رہیں گے اور انہیں بہت سی نئی چیزیں سیکھنے کو بھی ملیں گی۔
12. ہمیشہ ہر کام پر صرف شاباش مت کہیں، بلکہ اس کے بجائے ان کے نقائص کی بھی نشاندہی کرتے رہیں لیکن یہ نشاندہی آپ کو نہایت نفاست سے کرنی ہے اس طرح انہیں معلوم ہوگا کہ کب وہ غلطی کررہے تھے اور کب وہ ٹھیک کام کررہے تھے۔